Al-Qawārīr- Vol: 01, Issue: 01, Dec-2019

OPEN ACCESS
Al-Qawārīr
pISSN: 2709-4561
eISSN: 2709-457X
journal.al-qawarir.com

عورت کی نبوت کا مسئلہ۔ علمی مباحث کا مطالعہ

The issue of women's prophecy. Study of scientific discussions

Dr. Usman Ahmad*
Assistant Professor Institute of Islamic Studies, University of the Punjab.

Version of Record
Received: 16-Dec-19 **Accepted**: 25-Dec-19
Online: 30-Dec-19

ABSTRACT

There are many academic discussions from the perspective of gender that prevails in educational world. The issue of the prophet hood of woman is controversial since long and has been deliberated in theological literature extensively. There are two groups of religious scholars about the grant of prophetic status to the women. The majority of the classical scholars did not support the belief of prophet hood in women. They are of the opinion that prophet hood needs some capabilities that are nor found in this gender. The other group disproves their viewpoint & rationale and presents evidences from the Quran. The article deals with the evidences of both groups and validates their suability. The article is written in analytical mode and reaches at the outcome that prophet hood in women should be accepted. There is nothing to declare that the women are not eligible for this status. The Quran authenticates this point of view vividly.

Keywords*: Gender, Women, Prophet hood, Analytical Study*.

صنفی مساوات کے تناظر میں اور عورت کے دینی مقام اور شرف و منزلت سے منسلک ایک بحث عورت کو نبوت عطا کیے جانے کی ہے۔ جمہور علما کا موقف ہے کہ کسی عورت کو منصبِ نبوت پر فائز نہیں کیا گیا۔

امام ابن تیمیہؒ لکھتے ہیں:

”وَقَدْ ذَكَرَ الْقَاضِي أَبُو بَكْرٍ وَالْقَاضِي أَبُو يَعْلَى وَأَبُو الْمَعَالِي وَغَيْرُهُمْ: الْإِجْمَاعُ عَلَى أَنَّهُ لَيْسَ فِي النِّسَاءِ نَبِيَّةٌ“ [1]

”قاضی ابوبکر، قاضی ابو یعلیٰ اور ابوالمعالی وغیر ھم نے ذکر کیا ہے کہ اس پر اجماع ہے کہ عورتوں میں کوئی نبیہ نہیں ہوئی۔“

اسی طرح الثعالبی لکھتے ہیں:

"وجمهورُ النَّاسِ على أنها لم تنبّا امرأة"[2]

"جمہور کی رائے یہ ہے کہ کوئی عورت نبی ہوئی۔"

اس کے بالمقابل معتزلہ، امام ابوالحسن الاشعریؒ، امام ابن حزمؒ، امام قرطبیؒ اور پاک و ہند کے علما میں مولانا ایوب دہلویؒ [3] نے عورت کے نبیہ ہونے کی رائے قبول کی [4] اور نبوت کو عورت کے لیے جائز قرار دیا۔

عورت کی نبوت کے غیر قائلین کے دلائل

اس موقف کے حاملین تمام دلائل کا احاطہ کرنا طوالت کا باعث ہوگا۔ اس لیے اس کے بنیادی اور مرکزی دلائل کو پیش کیا جاتا ہے۔

دلیل اول:

قرآن کی آیت ﴿وَما أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ إِلاَّ رِجالاً نُوحِي إِلَيْهِمْ ﴾[5] "آپ سے پہلے ہم نے مرد کے علاوہ کسی پر وحی نہیں کی۔"

ابن فورک کہتے ہیں:

"إن الله بعث محمداً - صلى الله عليه وسلم - إلى الإنس والجن وأنه لم يرسل رسولا قط من الجن ومن أهل البادية ولا من النساء وذلك لقوله - عز وجل -{وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ مِنْ أَهْلِ الْقُرَى}"[6]

"بے شک اللہ تعالیٰ نے محمد ﷺ کو انسانوں اور جنوں کی طرف مبعوث فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے جنوں اور بدوؤں اور عورتوں میں سے کوئی رسول نہیں بھیجا۔ اس لیے اللہ نے فرمایا: ہم نے آپ سے پہلے بستیوں میں سے کوئی رسول نہیں بھیجا سوائے مردوں میں سے جن کی طرف ہم وحی کرتے ہیں۔"

دلیل دوم

قرآن کی آیت ﴿الرِّجالُ قَوَّامُونَ عَلَى النِّساءِ﴾ "مرد عورتوں پر قوام ہیں۔"

اس آیت کی تفسیر میں امام بغوی لکھتے ہیں:

"مُسَلَّطُونَ عَلَى تَأْدِيبِهِنَّ، ----بِما فَضَّلَ اللَّهُ بَعْضَهُمْ عَلى بَعْضٍ، يَعْنِي: فَضَّلَ الرِّجَالَ عَلَى النِّسَاءِ بِزِيَادَةِ الْعَقْلِ وَالدِّينِ وَالْوِلَايَةِ، وَقِيلَ: بِالشَّهَادَةِ لِقَوْلِهِ تَعَالَى: فَإِنْ لَمْ يَكُونا رَجُلَيْنِ فَرَجُلٌ وَامْرَأَتانِ [الْبَقَرَةِ: 282] وَقِيلَ: بِالْجِهَادِ، وَقِيلَ: بِالْعِبَادَاتِ مِنَ الْجُمُعَةِ وَالْجَمَاعَةِ، وَقِيلَ: هُوَ أَنَّ الرَّجُلَ يَنْكِحُ أَرْبَعًا وَلَا يَحِلُّ لِلْمَرْأَةِ إِلَّا زَوْجٌ وَاحِدٌ، وَقِيلَ: بِأَنَّ الطَّلَاقَ بِيَدِهِ، وَقِيلَ:بِالْمِيرَاثِ، وَقِيلَ: بِالدِّيَةِ، وَقِيلَ: بِالنُّبُوَّةِ"[7]

"ان کی تادیب کے لیے انہیں تسلط دیا گیا ہے۔۔۔۔ بوجہ اس کے کہ جو اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ یعنی مردوں پر عورتوں کو عقل، دین اور ولایت کی زیادتی کے باعث فضیلت ہے۔ اور کہا گیا: گواہی کا فضل اس فرمان باری

تعالیٰ میں ہے: اگر دو مرد نہ ہوں تو ایک مرد اور دو عورتیں۔ اور کہا گیا: جہاد کے باعث فضل۔ اور کہا گیا: جمعہ اور جماعت کی عبادات کے باعث۔ اور کہا گیا کہ مرد چار نکاح کرتا ہے اور عورت کے لئے ایک شوہر سے زیادہ حلال نہیں ہے۔ اور کہا گیا: طلاق کا اختیار اس کے ہاتھ میں ہونے کے باعث اور کہا گیا: میراث کے باعث اور کہا گیا: دیت (کی رقم عورت کی دیت سے زیادہ ہونے) کے باعث اور کہا گیا: نبوت کے باعث۔"

اس آیت کی تفسیر میں قوامیتِ مرد کے مظاہر میں ایک نبوتِ رجال بھی قرار دیا گیا۔

دلیل سوم

نبی کو دعوتِ عامہ کا فرض سرانجام دینا ہوتا ہے جو کہ عورت کے لیے اپنی صنفی نزاکتوں کے باعث ادا کرنا ممکن نہیں۔ کیونکہ معاندین کی طرف سے ظلم و تشدد برداشت کرنا ہوتا ہے۔

"والحكمة من تخصيص الرجال بالنبوة دون النساء ، أن النبوة عبء ثقيل ، وتكليف شاق لا تتحمله طبيعة المرأة الضعيفة ، لأنه يحتاج إلى مجاهدة ومصابرة "[8]

"عورتوں کو چھوڑ کر مردوں کو نبوت کے لیے مختص کرنے کی حکمت یہ ہے کہ نبوت ایک بڑا تھکا دینے والا بوجھ ہے اور ایسی مشقت میں مبتلا کرنے والی تکلیف ہے کہ ضعیف عورت کی طبیعت اس کی متحمل نہیں ہو سکتی کیونکہ اس میں مجاھدے اور صبر کی ضرورت ہوتی ہے۔"

قائلین کے دلائل

عورت کی نبوت کے قائلین کے دلائل میں سے دو دلائل یہ ہیں:

دلیل اول:

﴿اللَّهُ يَصْطَفِي مِنَ الْمَلَائِكَةِ رُسُلًا وَمِنَ النَّاسِ﴾[9]

"اللہ فرشتوں اور لوگوں میں سے رسول منتخب کرتا ہے۔"

اس میں فرشتوں اور لوگوں میں رسول منتخب کرنے کا ذکر ہے اور لفظ "الناس" میں نساء یعنی عورتیں شامل ہیں۔ یہاں کوئی وجہ کوئی لغوی، عقلی یا سیاقی وجہ موجود نہیں کہ تقیید و تخصیص کرکے عورتوں کو اس آیت کے اطلاق سے خارج کر دیا جائے۔ قرآن مجید لفظ "یا ایھا الناس" یا آخری سورت "الناس" کو ہی دیکھ لیا جائے تو واضح ہے کہ الناس کا مدلول مرد و عورت دونوں ہیں۔

دلیل دوم

﴿وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ أَنْ يُكَلِّمَهُ اللَّهُ إِلَّا وَحْيًا أَوْ مِنْ وَرَاءِ حِجَابٍ أَوْ يُرْسِلَ رَسُولًا فَيُوحِيَ بِإِذْنِهِ مَا يَشَاءُ إِنَّهُ عَلِيٌّ حَكِيمٌ﴾ [10]

بشر کا معنی انسان ہے جس میں مذکر و مونث دونوں شامل ہیں۔ تفسیر اللباب میں ہے:

"وقوله: ﴿إِنَّمَآ أَنَاْ بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ﴾ [الكهف: 110] والمعنى: أنه لو كان من جنس الملائكة لصعب الأمر بسببه على النَّاس"[11]

"فرمانِ الٰہی (میں محض تمہارے جیسا بشر ہوں) کا معنی ہے کہ اگر آپ فرشتوں کی جنس میں سے ہوتے تو اس کے باعث معاملہ انسانوں کے لیے مشکل ہو جاتا۔"

واضح ہے کہ بشر بمعنی انسان ہے جس میں مرد و عورت دونوں شامل ہیں۔ آیت میں وحیٔ نبوت کا مخاطب "بشر" کو قرار دیا گیا ہے جو مرد و عورت دونوں کے لیے یکساں ہے۔

تجزیہ و ترجیح

غیر قائلین و قائلین کے بنیادی دلائل پیش کرنے کے بعد راجح رائے متعین کرنے کی کوشش کی جائے گی۔

دلیل ﴿وَما أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ إِلاَّ رِجالاً نُوحِي إِلَيْهِمْ﴾ کا تجزیہ

غیر قائلین کی معروف اور بنیادی دلیل ﴿وَما أَرْسَلْنا مِنْ قَبْلِكَ إِلاَّ رِجالاً نُوحِي إِلَيْهِمْ﴾ ہے۔ اس آیت کا سیاقِ نزول واضح کرتا ہے کہ یہ آیات مشرکین کی تردید میں نازل ہوئیں جن کا اعتراض نبی ﷺ کی بشریت و انسانیت پر تھا۔ نہ کہ ان کا سوال نبوت عورت کو ملنے یا نہ ملنے سے متعلق تھا۔ لہٰذا سیاقِ نزول بتاتا ہے رجالاً سے مراد بشراً ہے۔ اور رجالاً اس لیے لائے کہ رسول اللہ ﷺ کی بشریت پر اعتراض تھا تو جس شخصیت کی بشریت پر اعتراض تھا وہ رجل تھے اس لیے تردید میں رجل لایا گیا۔

علامہ زمخشری لکھتے ہیں:

"إِلَّا رِجالًا لا ملائكة، لأنهم كانوا يقولون لَوْ شاءَ رَبُّنا لَأَنْزَلَ مَلائِكَةً "[12]

"رجال میں آئے، ملائکہ میں سے نہیں۔ کیونکہ وہ کہتے تھے اگر ہمارا رب چاہتا تو فرشتے نازل کرتا۔"

قوامیتِ رجال کی دلیل کا تجزیہ

غیر قائلین کی دوسری دلیل قوامیتِ رجال ہے اور اس کے باعث جہاد، جماعت، ولایت و شہادت کا فضل ہے۔ عورت مطیع ہے اور رجال مطاع۔ اس لیے عورت نبی نہیں ہو سکتی۔

قوامیتِ رجال سے عورت کی نبوت کے عدم جواز پر استدلال سیاقِ نزولی، سیاق لفظی، سیاق ترتیبِ قرآن اور سیاقِ موضوعی کسی بھی سیاق کے اعتبار سے درست نہیں۔ مزید برآں رجال کا قوام ہونا مطلق نہیں بلکہ اپنے اپنے خاندانی تناظر میں خاص رشتوں کے اعتبار سے ہے۔ یہ تو مراد نہیں لی جا سکتی کہ بیٹا ماں کا قوام ہے۔ صحابہ کرام، امہات المؤمنین پر قوام تھے۔ اسی طرح ماں مطاع ہوتی اور بیٹا مطیع۔ والد اور والدہ کے مابین مطاع ہونے میں کوئی فرق نہیں۔ قرآن میں ارشاد ہے

﴿وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ﴾ [13]

"ان دونوں کے سامنے رحمت کے ساتھ جھک جاؤ۔"

دوسری جگہ ارشاد ہے:

﴿وَإِنْ جَاهَدَاكَ عَلَى أَنْ تُشْرِكَ بِي مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ فَلَا تُطِعْهُمَا وَصَاحِبْهُمَا فِي الدُّنْيَا مَعْرُوفًا﴾[14]

اس آیت میں ماں باپ دونوں کے معاملے میں اطاعت و عدم اطاعت کا معاملہ یکساں ہے۔ اس آیت میں اولاد کو، دنیوی، معاملات میں والدین کی اطاعت کا حکم دیا گیا۔ واضح ہوا کہ قوام ہونا خاص ازدواجی رشتے کے تناظر میں ہے۔ اگر عورت نبی ہو تو کیوں کر ان کی اطاعت درست نہ ہوگی؟ عورت اگر کچھ مردوں کی معلّمہ رہی ہو تو کیا ان مردوں کو ان کا احترام و اتباع عار قرار دیا جائے گا؟ نیز کسی جنس و نوع کے فضائل، دوسری مقابل جنس کے نقائص یا عدم فضیلت کی دلیل نہیں ہوتے۔

عورت کے فطری طور پر کمزور ہونے اور دعوت دینے کے قابل نہ ہونے کی دلیل کا تجزیہ

کہا گیا کہ نبی کو دعوت و تبلیغ کا فرض سرانجام دینا ہوتا ہے جب کہ یہ کام عورت کے لیے انتہائی مشکل بلکہ ناممکن ہے کیونکہ منکرین کی طرف سے جبر و تشدد اور استہزاء و مذاق ہوتا ہے۔ نیز شریعت کے پردے اور مرد و زن کے اختلاط کی ممانعت کے عمومی احکام اس بات کا تقاضا کرتے ہیں کہ عورت نبی نہ ہو۔

یہ اعتراض اس مفروضے پر مبنی ہے کہ نبوت، دعوت کے ساتھ لازم و ملزوم ہے اور نبوت صرف اس لیے دی جاتی ہے کہ خلق کو دعوتِ حق و توحید دینا ہوتی ہے۔ یہ لزوم درست نہیں۔ نبوت اور دعوت کوئی لازم و ملزوم نہیں۔ اگر نبوت و دعوت لازم و ملزوم ہیں تو ایک بچے کو نبوت ملنے کے کیا معنی ہیں۔ وہ اس وقت کب دعوتِ دین دینے کی عمر ہوتی ہے؟ قرآن میں ہے:

﴿يَا يَحْيَى خُذِ الْكِتَابَ بِقُوَّةٍ وَآتَيْنَاهُ الْحُكْمَ صَبِيًّا﴾ [15]

"اے یحیٰ کتاب کو مضبوطی سے پکڑ لو اور ہم نے اسے حکم بچپن میں عطا کر دیا۔"

بچے کو نبوت دینا دعوتِ دین کی غرض سے نہیں تھا بلکہ شرف و فضل کے لیے تھا۔ جب ایک بچے کو بلا ادائیگی فرضِ دعوت نبوت مل سکتی تو عورت کے لیے کیا مانع ہو سکتا ہے۔

دوسرا اگر عورت دعوت نہیں دے سکتی تو اس آیت میں خواتین کا امر بالمعروف و نہی عن المنکر کرنا کیوں مذکور ہے۔

﴿وَالْمُؤْمِنُونَ وَالْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُهُمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضٍ يَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ﴾[16]

"مومنین اور مومنات ایک دوسرے کے اولیا ہیں۔ وہ معروف کا حکم کرتے ہیں اور منکر سے روکتے ہیں۔"

تیسرا ایسا کون سا مجاہدہ اور مصابرہ ہے جو عورتوں نے بالفعل نہیں کیا۔ آسیہ زوجہ فرعون پر جو ظلم و تشدد ہوا اس سے بڑھ کر کون سا مجاہدہ درکار ہے جو نبوت کے لیے معیار بنے؟ رسول اللہ ﷺ کے متبعین میں سمیہؓ، ام عبیس، لبینہ اور دیگر خواتین کا ظلم و تشدد برداشت کرنا واضح کرتا ہے کہ عورت کے صبر و ثبات میں کوئی نقص نہیں جو نبوت کے لیے مانع ہو۔

اگر نظر تعمق سے دیکھا جائے تو واضح ہوتا ہے کہ نبوت کی دو اقسام کی رہی ہیں۔ ۱۔ النبوۃ لاصلاح الخلق ۲۔ النبوۃ للشرف والاکرام۔ جن خواتین کو نبوت عطا کی گئی وہ شرف و اکرام کی غرض سے تھی دعوت کے لیے تھی ہی نہیں۔

سیدہ مریم علیہ السلام کے لیے قرآنی لفظ "اصْطَفَیَ "بطور دلیلِ نبوت اور اعتراضات کا تجزیہ

قرآن نے لفظ "اصْطَفَیَ" سے نبیوں کا ذکر کیا ہے اور اسی لفظ کو ایک ہی آیت میں دو بار حضرت مریمؑ کے لیے استعمال کیا۔ قرآن میں ہے۔

﴿إِنّ اللّهَ اصْطَفَیَ آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ إِبْرَاهِیمَ وَآلَ عِمْرَانَ عَلَی الْعَالَمِینَ﴾[17]

"اللہ نے آدم و نوح اور آل ابراھیم وآلِ عمران کو تمام جہانوں میں سے چن لیا۔"

یہی " اصْطَفَیَ " حضرت مریمؑ کے بارے میں یوں آیا ہے۔

﴿وَإِذْ قَالَتِ الْمَلَائِکَةُ یَا مَرْیَمُ إِنَّ اللَّهَ اصْطَفَاكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفَاكِ عَلَی نِسَاءِ الْعَالَمِینَ﴾ [18]

اس لیے دونوں اصطفاء میں دلالتِ نبوت ہے۔[19]

اس پر دو اعتراض غیر قائلین کی طرف سے کیے گئے ہیں :

الف۔ قرآن میں یہ لفظ اس طرح بھی آیا ہے :

﴿ثُمَّ أَوْرَثْنَا الْكِتَابَ الَّذِينَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ﴾ [20]

اس آیت میں لفظ اصطفیٰ کا استعمال ظالموں کے لیے کیا گیا ہے۔ لہٰذا یہ نبوت کے لیے خاص نہیں ہے۔ غیر قائلین کا یہ استدلال درست نہیں قرار دیا جاسکتا۔ حضرت مریم کے لیے اصطفیٰ کے لفظ کا استعمال ظالموں کے لفظ کے ساتھ کیسے مناسبت رکھتا ہے یا قیاس کیا جاسکتا۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں تعریفاً اصطفیٰ کا ذکر کیا وہ انبیا کا ذکر اور تنقیصاً کیا وہاں غیر انبیا مراد ہیں۔

اگر اس طرح قیاس کیا جائے گا تو وحی کا لفظ﴿وَإِنَّ الشَّيَاطِينَ لَيُوحُونَ إِلَى أَوْلِيَائِهِمْ﴾ "شیاطین اپنے دوستوں کو وحی کرتے ہیں"[21] میں ہے اور﴿وَكَذَلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيَاطِينَ الإِنْسِ وَالْجِنِّ يُوحِي بَعْضُهُمْ إِلَى بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُورًا ﴾"اور اس طرح ہم نے ہر نبی کے دشمن شیاطین جنوں اور انسانوں میں سے بنادیے وہ ایک دوسرے پر حسین موتیوں جیسی جعلی باتوں کی وحی کرتے ہیں"[22] آیات میں ہے۔ جس طرح وحی رحمانی و وحی شیطانی کا ایک دوسرے پر کوئی قیاس نہیں بنتا ایسے ہی لفظ اصطفیٰ اگر مجرموں کے لیے بھی استعمال ہوا تو اس کا کوئی تعلق سیدہ مریم سے نہیں بنتا۔

ب۔ ﴿إِنّ اللّهَ اصْطَفَیَ آدَمَ وَنُوحاً وَآلَ إِبْرَاهِیمَ وَآلَ عِمْرَانَ﴾ میں آل ابراھیم وآل عمران کا ذکر ہے جس میں ساری آل نبی نہیں تھی۔ لہٰذا اصطفیٰ میں نبوت کا چناؤ مراد نہیں۔ معترض پھر یہ بتائیں اس میں کون سا انتخاب مراد ہے اگر نبوت مراد نہیں۔ آدم و نوح سے آغاز فرما کر غیر انبیاء کی طرف کلام کیسے پھر سکتا ہے؟ اور آل ابراھیم میں سینکڑوں نبی آئے۔ اسی طرح آل عمران میں نبی ہوئے۔ لہٰذا واضح ہے کہ اصطفیٰ کا دو بار تکرار نبوتِ مریم کی دلیل ہے۔

قرآن نے سیدہ مریم کو صدیقہ کہانہ کہ نبیہ۔اعتراض کا تجزیہ

غیر قائلین کہتے ہیں۔قرآن میں مریم علیہا السلام کو صدیقہ کہا گیا۔

﴿مَا الْمَسِيحُ ابْنُ مَرْيَمَ إِلاَّ رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ وَأُمُّهُ صِدِّيقَةٌ كَانَا يَأْكُلانِ الطَّعَامَ﴾[23]

اس میں حضرت مریم کے لیے صدیقہ کا لفظ لایا گیا جو عدم نبوت کی طرف اشارہ ہے۔ تفسیر ابن کثیر میں ہے:

"فَوَصَفَهَا فِي أَشْرَفِ مَقَامَاتِهَا بِالصِّدِّيقِيَةِ فَلَوْ كَانَتْ نَبِيَّةً لَذَكَرَ ذَلِكَ فِي مَقَامِ التَّشْرِيفِ وَالْإِعْظَامِ فَهِيَ صِدِّيقَةٌ بِنَصِّ الْقُرْآنِ" [24]

ان کا اشرف ترین مقام بیان فرمایا جو صدیقہ ہے۔اگر آپ نبیہ ہوتیں تو مقام شرف و عظمت میں اس کا ذکر کرتے۔ پس آپ نصِ قرآن کے مطابق صدیقہ ہیں۔

نیز قرآن نے صدیقین کو نبیین سے علیحدہ بیان کیا ہے۔

﴿فَأُولَئِكَ مَعَ الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ وَحَسُنَ أُولَئِكَ رَفِيقًا﴾ [25]

اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ صدیق، نبی و نبیہ کی صفت بھی ہوتی ہے۔ جیسا کہ قرآن نے کہا:

﴿يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ﴾

اسی طرح ابراھیمؑ کے بارے فرمایا:

﴿وَاذْكُرْ فِي الْكِتَابِ إِبْرَاهِيمَ إِنَّهُ كَانَ صِدِّيقًا نَبِيًّا﴾ [26]

"کتاب میں ابراھیم کا ذکر کریں وہ بلاشبہ نبی صدیق تھے۔"

الصدیق جہاں ایک علیحدہ مقام صالحیت ہے وہاں نبوت کا وصف بھی ہے۔

وحیٔ نحل کی آیت سے ردِ نبوتِ عورت کی دلیل کا تجزیہ

غیر قائلین کی طرف سے یہ اعتراض بھی کیا جاتا ہے کہ ﴿وَأَوْحَى رَبُّكَ إِلَى النَّحْلِ﴾ کے الفاظ بھی قرآن میں موجود ہیں۔ شہد کی مکھی کے لیے أَوْحَى کے الفاظ ہیں تو کیا شہد کی مکھی کے لیے اس لفظ کے باعث نبوت مانی جائے گی۔ یہ اعتراض متعدد وجوہ سے درست نہیں۔

اول: شہد کی مکھی اور ام موسیٰ میں مماثلت و یکسانیت نہیں کہ ایک کو دوسرے پر قیاس کیا جائے۔ آخر حشرات الارض کی قبیل کے فرد اور نسلِ انسانیت سے متعلق فرد کے مابین اشتراک کی کونسی صورت موجود ہے کہ ایک کو دوسرے پر قیاس کریں؟

دوم: شہد کی مکھیوں کے تناظر میں نبوت کے ملنے کی بات ایک بے معنی بات ہے جب کہ خواتین کے تناظر میں نبوت ایک با معنی بات ہے۔

سوم: وحیٔ نبوت کا محمل و مورد انسان ہیں نہ کی حیوان یا حشرات الارض کہ أَوْحَى کے لفظ سے اشکال پیدا ہو۔

چہارم: موسیٰ علیہ السلام کی والدہ انسان ہیں تو قرآن کے وہ مقامات جہاں انسانوں کو وحی کیے جانے کا ذکر اسی پر اس لفظِ وحی کو قیاس کرنا عقلاً اور لغتاً درست ہے۔

پنجم: اس آیت میں ﴿أَنِ اتَّخِذِي مِنَ الْجِبَالِ بُيُوتاً وَمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُونَ﴾ کے الفاظ اس کے وحیٔ نبوت لینے میں مانع ہیں کیونکہ کسی پیغمبر کو پہاڑوں، درختوں اور چھتوں پر گھر بنانے کا حکم وحیٔ نبوت نہیں ہو سکتا۔ جب کہ امِ موسیٰ کو ﴿فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ وَلا تَخَافِي وَلا تَحْزَنِي إِنَّا رَادُّوهُ إِلَيْكِ﴾ اس بچے کو لہروں میں ڈال دو اور خوف وحزن نہ کرو ہم اس کو تیرے پاس لوٹا دیں گے" کے الفاظ سے خطاب ہے جس میں تین امور مذکور ہیں۔ ایک: بچے کو دریا میں ڈالنا جو وحیٔ قطعی کی بنیاد پر ہی جائز ہو سکتا۔ محض قلب کے داعیے پر نہیں ورنہ الہام کو شرعی قطعی حجت ماننا پڑے گا۔ اس کی مثل قرآن میں ابراہیمؑ کا بچے کو ذبح کرنا تھا۔ اگر وہ وحی نہ ہوتی اور الہام ہوتا تو کیا ذبح کرنے کا جواز ہو سکتا تھا؟ دوسرا: خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ کا خطاب ہے۔ قرآن میں ان الفاظ سے براہِ راست خطاب صرف پیغمبروں کو مذکور ہے۔ تیسرا: اس بچے کو واپس لوٹانے دینے خبر ہے۔ جو اخبارِ غیبیہ قطعیہ میں سے تھی جس کا دار ومدار الہام پر نہیں ہو سکتا۔

ششم: کیا علم وجوہ و نظائر کے علم میں ماہرین علوم القرآن نے اپنی کتب میں کئی الفاظِ قرآنیہ کے اپنے اپنے مقام پر ایک ہی لفظ ہونے کے باوجود مختلف معانی نہیں بتائے؟ کیا ﴿إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا﴾ میں اللہ کی طرف سے صلاۃ اور انسانوں کی طرف سے صلاۃ کے معنی یہاں یکساں ہیں؟ صلاۃ کے لفظ کی یکسانیت کے باعث کیا اللہ اور عبد میں اس فعل کے معنی یکساں ہونا مراد لیے جا سکتے، یقیناً نہیں تو ام موسیٰ اور شہد کی مکھی میں کونسی یکسانیت و اشتراک ہے کہ "أَوْحَى" کے معنی یکساں لیے جائیں؟

وحی کے لفظ کا حوارینِ عیسیٰ علیہ السلام کے لیے استعمال اور عورت کی نبوت پر اعتراض کا تجزیہ

یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ قرآن نے تو وحی کے الفاظ حوارین کے بارے میں استعمال کیے ہیں تو کیا سارے حوارین نبی تھے۔ قرآن میں ہے

﴿وَإِذْ أَوْحَيْتُ إِلَى الْحَوَارِيِّينَ أَنْ آمِنُوا بِي وَبِرَسُولِي﴾ [27]

"جب میں نے حواریوں کو وحی کی کہ مجھ پر ایمان لاؤ اور میرے رسول پر۔"

اس اعتراض کا جواب بھی متعدد وجوہ پر ہے۔

اول: یہاں أَوْحَيْتُ کے معنی وحیٔ نبوت میں لینے میں کوئی مانع نہ ہوتا اگر اس آیت کے آخری الفاظ میں انہیں حکم آمِنُوا بِرَسُولِي نہ ہوتا۔ چونکہ انہیں حکم دیا گیا کہ میرے رسول پر ایمان لاؤ، اس لیے وہ خود نبی نہیں ہو سکتے۔

دوم: انبیائے بنی اسرائیل میں نبوت کا طور یہی رہا ہے کہ

((وَعَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ، رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: "كَانَتْ بَنُو إِسْرَائِيلَ تَسُوسُهُمُ الْأَنْبِيَاءُ، كُلَّمَا هَلَكَ نَبِيٌّ خَلَفَهُ نَبِيٌّ، وَإِنَّهُ لَا نَبِيَّ بَعْدِي، وَسَيَكُونُ خُلَفَاءُ فَيَكْثُرُونَ)) [28]

"ابو ھریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بنو اسرائیل کی سیاست و نظمِ حکومت انبیا کے ذمے تھی کوئی نبی فوت ہو جاتا تو دوسرا نبی اس کی جگہ لیتا۔ بے شک میرے بعد کوئی نبی نہیں اور کثیر خلفا ہوں گے۔"

رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کی روشنی میں انہیں نبی ماننا بالکل درست ہوتا اگر سیاقِ قرآنی مانع نہ ہوتا جیسا کہ اول نکتے میں ذکر کیا گیا۔

سوم: یہ وحی براراست حوارین کو نہیں ہوئی تھی کیوں کہ تھوڑا سے آگے یہ آیت ہے کہ "جب حواریوں نے کہا اے عیسیٰ بن مریم کیا تیرا رب ہم پر خوان (مائدہ) اتار سکتا ہے۔ عیسیٰ بن مریم نے کہا "اگر تم مؤمن ہو تو اللہ سے ڈرو"۔ اس سے آگے سارا کلام دلالت کرتا ہے کہ یہی وحی براہِ راست نہیں ہوئی ورنہ عیسیٰ علیہ السلام سے یہ سوال وجواب کی ضرورت ہی نہ تھی۔ حوارین خود اللہ سے خوان کے بارے میں بات کرتے۔

چہارم: یہاں أَوْحَيْتُ اس اسلوبِ کلام پر ہے جیسے قرآن میں ہے۔ ﴿قُولُوا آمَنَّا بِاللَّهِ وَمَا أُنْزِلَ إِلَيْنَا﴾ [29] "کہو ہم ایمان لائے اللہ پر اور اس پر جو ہماری طرف نازل کیا گیا"۔ واضح ہے کہ ہماری طرف نازل کیا گیا سے مراد وہ ہے جو رسول اللہ ﷺ پر نازل کیا گیا۔ اسی طرح جیسے یہود نے کہا: ﴿قَالُوا نُؤْمِنُ بِمَا أُنْزِلَ عَلَيْنَا﴾ "کہنے لگے: ہم ایمان لائیں گے اس پر جو ہم پر نازل کیا گی"۔ یعنی جو ان کے رسولوں پر نازل کیا گیا۔ لہٰذا یہ اسلوبِ کلام کا معاملہ ہے کہ جس تبعاً مخاطب کو اصلاً مخاطب قرار دیا جاتا ہے کیونکہ بات اسی کی ہوتی ہے۔

حدیث فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ سے استدلالِ تردید نبوتِ عورت کا تجزیہ

غیر قائلین کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ حدیث میں ((فَاطِمَةُ سَيِّدَةُ نِسَاءِ أَهْلِ الْجَنَّةِ، إِلَّا مَا كَانَ مِنْ مَرْيَمَ بِنْتِ عِمْرَانَ)) [30] تو فاطمہؓ کیوں نبی نہیں ہیں؟ رسول اللہ ﷺ کی ختم نبوت کا تقاضا یہی ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ اس حدیث کا عورت کے نبیہ بن سکنے یا بن سکنے سے کوئی تعلق نہیں۔ ((لَوْ كَانَ بَعْدِي نَبِيٌّ كَانَ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ)) [31] سے واضح ہے کہ صفاتِ نبوت ہونے کے باوجود آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا رسول اللہ ﷺ کے بعد تو مردوں میں سے بھی کوئی نبی نہیں بن سکتا تو کیا یہ مردوں میں عدم نبوت کی دلیل بن جائے گا۔

عورت کی نبوت کے اثبات کے قرآنی قرائن

درج ذیل قرائن عورت کی نبوت کے اثبات میں پیش کیے جا سکتے ہیں۔

اول: قرآن میں جتنی بھی سورتیں انسانوں کے اسماپر ہیں سب انبیاکے اسما ہیں۔ سورہ یونس، سورہ ہود، سورہ ابراھیم، سورہ یوسف اور سورہ محمد۔ یہ قرینہ ہے سورہ مریم بھی نبیہ کے نام پر ہے۔

دوم: معجزات کا تعلق نبوت سے ہوتا ہے۔ معجزہ اور کرامت میں جہاں یہ فرق ہے کہ نبوت کے مدعی کے ہاتھ پر خرقِ عادت معجزہ کہلاتا ہے اور ولی و صالح کے ہاتھ پر ظہور پذیر خرقِ عادت کرامت کی اصطلاح سے جانا جاتا ہے۔ وہاں ایک فرق یہ بھی ہے کہ کرامت اپنی نوعیت، قوت، کیفیت اور ظہور کے اعتبار سے معجزے کے برابر نہیں ہو سکتی۔ یعنی کرامت میں چاند دو ٹکڑے ہونا اور انگلیوں سے پانی جاری ہونا ممکن نہیں کیونکہ یہ معجزے کی برابری ہے۔ جب کہ سیدہ مریم علیھا السلام سے ظہور پذیر ہونے والے خرقِ عادت معجزات ہیں۔ قرآن میں سیدہ مریم سے متعلق رزقِ بلا اسباب کا مہیا ہونا، بطن میں بلاازدواجی تعلق ولد کا حمل ہونا اور حمل تیزی سے بڑھنا، خشک کھجور کا سرسبز ہو کر پھل دینا اور پانی کا چشمہ جاری ہونا مافوق العادت واقعات بیان ہوئے ہیں۔ یہ سب اپنی نوعیت، قوت، کیفیت اور ظہور کے اعتبار سے معجزے ہیں۔ ان کو کرامت کی نوع نہیں مانا جا سکتا۔ یہ قرینہ بھی سیدہ مریم علیھا السلام کی نبوت پر دلالت کرتا۔

علمائے امت کے اقوال سے عورت کی نبوت کے جواز کی تائیدات

اول: امام ابن حزم کی تائید

قرآن کی آیت ہے:

﴿وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى أَنْ أَرْضِعِيهِ فَإِذَا خِفْتِ عَلَيْهِ فَأَلْقِيهِ فِي الْيَمِّ﴾

ہم نے موسیٰ کی والدہ کو وحی کی کہ اسے دودھ پلاؤ پس جب آپ کو اس کے بارے خوف لاحق ہو تو اسے لہروں میں ڈال دیناکے بارے میں ابن حزم لکھتے ہیں کہ ہم قرآن میں یہ پاتے ہیں کہ ام موسیٰ علیھما السلام کو اللہ نے وحی کی کہ اپنے بیٹے کو دریا کی لہروں میں ڈال دیں۔ اور انہیں بتا دیا کہ جلد ہی ان کی طرف اس (بچے) کو لوٹا دیں گے۔ اور اس کو نبی مرسل بنائیں گے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ نبوت ہے اور ہر ذی شعور عقلی ضرورت سمجھتے ہوئے یہ جانتا ہے کہ اگر وہ اللہ کی نبوت کے تیقن سے سرفراز نہیں تھیں تو ان کا خواب کے باعث جو انہوں نے دیکھا یا جو ان کے دل اندر خیال پیدا ہوا اس کے باعث یا کسی کلامِ پوشیدہ کے باعث اپنے بیٹے کو دریا میں بہا دینا انتہائی جنون یا ھیجان ہوگا۔ اگر ہم سے کوئی یہ کرے تو یہ انتہائی فسق یا انتہائی پاگل پن ہوگا جو اس قابل ہوگا کہ کسی ہسپتال میں جا کر دماغی معائنہ کروائے۔ کوئی اس میں کوئی شک نہیں کرے گا۔ تو یقیناً یہ صحیح ہے کہ وحی جو ان (ام موسیٰؑ) پر ان کے بیٹے کو دریا میں بہا دینے کے بارے میں وارد ہوئی اسی وحی کی طرح ہے جو ابراھیمؑ پر ان کے خواب میں بیٹے کو ذبح کرنے کے بارے وارد ہوئی۔ ابراھیمؑ اگر نبی نہ ہوتے جن کو وحی و نبوت کی صحت کا یقین حاصل تھا، تو ان پر جو اپنے بیٹے کو ذبح کرنے کے بارے میں جو وارد ہوا (اس پر

عمل کرنا درست نہ تھا) لیکن انہوں نے جو دیکھا اس کی بنیاد پر یا جوان کے دل میں القا ہوا اس کے باعث بیٹے کو ذبح کیا۔ غیر انبیا میں سے کوئی اگر یہ کرنے والا ہوتا تو بلاشبہ وہ ایسا فاسق ہوتا جو فسق کی انتہا کو پہنچا ہوا ہے یا مجنون ہے جسے انتہائی پاگل پن لاحق ہے۔[32]

علامہ قرطبیؒ کی تائید

امام القرطبیؒ لکھتے ہیں:

"وَالصَّحِيحُ أَنَّ مَرْيَمَ نَبِيَّةٌ، لِأَنَّ اللَّهَ تَعَالَى أَوْحَى إِلَيْهَا بِوَاسِطَةِ الْمَلَكِ كَمَا أَوْحَى إِلَى سَائِرِ النَّبِيِّينَ" [33]

"صحیح یہ ہے کہ مریمؑ نبیہ ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان پر فرشتہ کے ذریعے وحی کی جیسا کہ تمام انبیاء پر اس نے تمام انبیا پر وحی کی۔"

امام ابوالحسن الاشعری کی تائید

علامہ ابن حجرؒ، امام ابوالحسن الاشعریؒ کے بارے تحریر کرتے ہیں

"وَقَدْ نُقِلَ عَنِ الْأَشْعَرِيِّ أَنَّ من النِّسَاء من نبیء وَهُنَّ سِتٌّ حَوَّاءُ وَسَارَةُ وَأُمُّ مُوسَى وَهَاجَرُ وَآسِيَةُ وَمَرْيَمُ وَالضَّابِطُ عِنْدَهُ أَنَّ مَنْ جَاءَهُ الْمَلَكُ عَنِ اللَّهِ بِحُكْمٍ مِنْ أَمْرٍ أَوْ نَهْيٍ أَوْ بِإِعْلَامٍ مِمَّا سَيَأْتِي فَهُوَ نَبِيٌّ وَقَدْ ثَبَتَ مَجِيءُ الْمَلَكِ لِهَؤُلَاءِ بِأُمُورٍ شَتَّى مِنْ ذَلِكَ مِنْ عِنْدِ اللَّهِ عَزَّ وَجَلَّ وَوَقَعَ التَّصْرِيحُ بِالْإِيحَاءِ لِبَعْضِهِنَّ فِي الْقُرْآنِ"[34]

"الاشعری سے نقل کیا گیا ہے کہ عورتوں میں نبیہ ہیں اور وہ چھ ہیں۔ حوا، سارہ، ام موسیٰ، ہاجرہ، آسیہ اور مریم علیھن السلام۔ ان کے نزدیک ضابطہ یہ ہے کہ جس کے پاس اللہ کی طرف سے فرشتہ کوئی امر و نہی کا حکم لے کر آیا یا کوئی خبریں لے کر آیا جو آئندہ وقوع پذیر ہونے والی ہیں تو وہ نبی ہے۔ اور تحقیقاً ان عورتوں کے پاس اللہ کی طرف سے فرشتے کا مختلف امور لے کر آنا ثابت ہے۔ اور ان میں سے بعض کے بارے میں قرآن میں وحی کے آنے کی تصریح ہے۔"

درج بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی شرف و فضل کسی طبقے کے لیے ثابت ہونے کے دلائل موجود ہوں تو عدمِ شرف و فضل ثابت کرنے کے لیے استدلالات قائم کرنے کی سعی کرنا مستحسن امر نہیں ہونا چاہیے۔ اگر بالفرض کسی طبقے کے لیے شرف و فضل کے دلائل ظنی اور ضعیف ہوں تو تب بھی قبول کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہوتا۔ آخر فضائل اعمال میں ضعیف احادیث قابلِ قبول ہو سکتی ہیں تو فضائلِ افراد و طبقات میں کیوں ظنی دلائل قابلِ قبول نہیں ہو سکتے؟ عورت کی نبوت کے اثبات کے دلائل تو انتہائی قوی ہیں۔ طبقۂ نسواں کے لیے جب ایک شرف و مقام کا اثبات و ایجاب نقلاً و عقلاً ممکن ہے تو انکار کی کوشش کس اصولِ شرعی کے مطابق ہے؟ عورت کے لیے نبوت کا جواز نقل و عقل کے اصولوں کے مطابق ہے اور امت کے کبار علما اس موقف کے حامل رہے ہیں۔ نیز عورت کی نبوت تسلیم کرنے سے کوئی شرعی قباحت پیدا نہیں ہوتی کہ اس شرف و فضل سے انہیں محروم مانا جائے۔ عورت ام الانبیا ہو سکتی ہے وہ خود نبیہ کے مقام سے کیسے محروم کی جا سکتی ہے۔ طبقۂ نسواں انسانیت و بشریت میں برابر کا شریک ہے۔

حوالہ جات وحواشی

[1] ابن تيمية، تقي الدين أبو العباس أحمد بن عبد الحليم الحرانى (المتوفى:٧٢٨هـ)، مجموع الفتاوى،تحقيق:عبد الرحمن بن محمد بن قاسم،مجمع الملك فهد لطباعة المصحف الشريف، المدينة النبوية، المملكة العربية السعودية، ١٤١٦/ ١٩٩٥ء،ج٤،ص ٣٩٦، فصل: فيما شذ فيه ابن حزم---

[2] الثعالبى، أبو زيد عبد الرحمن بن محمد بن مخلوف (المتوفى:٨٧٥هـ)، الجواهر الحسان في تفسير القرآن،تحقيق: الشيخ محمد علي معوض والشيخ عادل أحمد عبد الموجود،دار إحياء التراث العربي،بيروت، طبع اول، ١٤١٨هـ،ج٢،ص ٤٣

[3] مولانا مولانا محمد ایوب دہلوی کی ولات ۱۸۸۸ء دہلی میں اور وفات ۱۹۶۹ء کراچی میں ہوئی تھی۔ مولانا دہلی رامپور ٹونک وغیرہ کے پرانے اساتذہ کے طرز پر منطق، کلام، فلسفہ وعربی زبان کے ماہر تھے، آپ نے وقت کے ایک مشہور ریاضی داں مولانا محمد اسحاق رامپوری اور دوسرے قدیم اساتذہ سے درس حاصل کیا تھا، امامت تدریس وغیرہ سے وابستہ نہیں تھے، کراچی میں کپڑے کی ایک دکان تھی۔ اپنی کمائی آل واولاد کے ساتھ غریبوں اور حاجت مندوں میں بانٹتے تھے، آپ کے خاص مریدوں میں ملا واحدی اور حکیم سعید دہلوی (ہمدرد)، علامہ احمد جاوید جیسی شخصیات تھیں، حکیم سعید کے یہاں آپ کا ہفتہ وار درس ہوتا تھا، جس میں مخصوص افراد شرکت کرتے تھے، نام ونمود اور شہرت سے دور رہتے تھے، لکھنے کی عادت نہیں تھی لہذا آپ کی جو کتابیں شائع ہوئی ہیں وہ معتقدین نے دروس سے جمع کی ہیں۔

[4] مولانا ایوب دہلوی فرماتے ہیں۔ "نبی وہ انسان ہے جس سے خدا خطاب کرے اب وہ انسان بچہ ہو، جوان ہو، بوڑھا ہو، مرد ہو یا عورت۔ اللہ تعالیٰ جس بشر سے خطاب کرے وہ نبی ہے اور یہ خطابِ نبوت ہے "یہ بھی فرمایا" وَأَوْحَيْنَا إِلَى أُمِّ مُوسَى ہم نے موسیٰ کی ماں کو وحی کی کہ تو اس کو دودھ پلا اگر تجھے قتل کو ڈر ہو تو اس کو دریا میں ڈال دینا۔ سب مفسرین اور علما اس دھوکے میں رہے کہ یہ الہام تھا، کیونکہ اگر وہ اس کو وحی کہتے تو عورت کے لیے نبوت ثابت ہوتی ہے۔ وہ یہ کہتے ہیں کہ عورت نبی نہیں ہو سکتی حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے۔ ان کا کیا ہرج ہے اگر عورت نبی ہو جائے۔ اس بنا پر وحیِ اُمِ موسیٰ کو انہوں نے الہام بتایا۔ اگر عورت کو نبوت سے خارج کر دیا جائے تو نصف انسانیت کمال سے محروم ہو جاتی ہے۔ یہ بات طبیعت کے بھی خلاف ہے اور عقل کے بھی خلاف ہے۔ اللہ کے نزدیک مرد و عورت دونوں کی حیثیت ایک ہے۔ کوئی فرق نہیں۔ "(ایوب دہلوی، مولانا، والایت و نبوت، مجلہ: "جی"، جنوری اپریل ۲۰۱۳، جلد نمبر ۹، ۱۰، ص ۵۵)

[5] یوسف۔ ۱۰۹، النحل: ۴۳

[6] ابن فورک، أبو بكر محمد بن الحسن (المتوفى:٤٠٦هـ)، تفسير ابن فورك - من أول سورة نوح - إلى آخر سورة الناس،تحقيق: سهيمة بنت محمد سعيد محمد أحمد بخارى،جامعة أم القرى - المملكة العربية السعودية، طبع اول، ١٤٣٠هـ/٢٠٠٩ء، ج٣،ص ٥٩

[7] البغوى، أبو محمد الحسين بن مسعود بن محمد بن الفراء الشافعي (المتوفى:٥١٠هـ)، معالم التنزيل في تفسير القرآن = تفسير البغوى،تحقيق: عبد الرزاق المهدى،دار إحياء التراث العربي،بيروت، طبع اول، ١٤٢٠هـ،ج١،ص ٦١١

[8] محمد بیومی مہران، ڈاکٹر،دراسات تاریخیة من القرآن الکریم فی مصر، دار النھضة العربیة ، بیروت ،۱۴۰۸ھ /۱۹۸۷ء،ج۲، ص ۱۸

[9] الحج۔۷۵

[10] الشوریٰ ۔۵۱

[11] ابن عادل، أبو حفص سراج الدين عمر بن علي الحنبلي الدمشقي النعمانی (المتوفى:۷۷۵ھ)، اللباب في علوم الكتاب،تحقیق: الشيخ عادل أحمد عبد الموجود والشيخ علي محمد معوض،دار الكتب العلمية – بيروت، طبع اول، ۱۴۱۹ھ/۱۹۹۸ء،ج۱۰،ص ۲۴۷

[12] الزمخشری، أبو القاسم محمود بن عمرو بن أحمد، جار الله (المتوفى:۵۳۸ھ)، الكشاف عن حقائق غوامض التنزيل،دار الكتاب العربي،بیروت، طبع سوم، ۱۴۰۷ھ،ج۲،ص ۵۰۹

[13] الاسراء۔۲۴

[14] لقمان۔۱۵

[15] مریم۔۱۲

[16] التوبہ۔۷۱

[17] آل عمران ۔۳۳

[18] آل عمران ۔۴۲

[19]أبو حيان محمد بن يوسف بن علي بن يوسف بن حيان أثير الدين الأندلسي (المتوفى: ۷۴۵ھ)، البحر المحيط في التفسير،تحقیق: صدقي محمد جميل،دار الفكر،بيروت، ۱۴۲۰ھ،ج۳،ص ۱۴۷

[20] فاطر۔۳۲

[21] الانعام۔۱۲۱

[22] الأنعام۔۱۱۲

[23]*المائدہ۔۷۵*

[24] ابن کثیر،أبو الفداء إسماعيل بن عمر القرشي البصري ثم الدمشقي (المتوفى:۷۷۴ھ)، تفسير القرآن العظيم،تحقیق:سامي بن محمد سلامة،دار طيبة للنشر والتوزيع، طبع دوم، ۱۴۲۰ھ/ ۱۹۹۹ء،ج۴،ص ۴۲۳

[25] النساء۔۶۹

[26] مریم۔۴۱

[27] المائدہ ۔۱۱۱

[28] البخاری،محمد بن إسماعيل أبو عبدالله الجعفی،الجامع المسند الصحيح المختصر من أمور رسول الله صلى الله عليه وسلم وسننه وأيامه = صحيح البخاري،تحقیق: محمد زهير بن ناصر الناصر،دار طوق النجاة ، طبع اول، ۱۴۲۲ھ، ج۴،ص ۱۶۹، رقم حدیث:۳۴۵۵، **كِتَابُ أَحَادِيثِ الأَنْبِيَاءِ، بَابُ مَا ذُكِرَ عَنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ**

[29] البقرة ۔۹۱

[30] ابن حنبل،أبو عبد الله أحمد بن محمد،الشيبانى (المتوفى:٢٤١هـ)،مسند الإمام أحمد بن حنبل،تحقيق:شعيب الأرنؤوط، عادل مرشد وآخرون،إشراف: د عبد الله بن عبد المحسن التركى،مؤسسة الرسالة، بيروت، طبع اول، ١٤٢١هـ/ ٢٠٠١ء،ج١٨،ص ٢٧٩، رقم حديث:١١٧٥٦، تحت: **مسند ابى سعيد الخدرى**

[31]ابن حنبل،أبو عبد الله أحمد بن محمد،الشيبانى (المتوفى:٢٤١هـ)، فضائل الصحابة،تحقيق:د. وصي الله محمد عباس،مؤسسة الرسالة،بيروت، طبع اول، ١٤٠٣/ ١٩٨٣ء،ج١،ص ٣٤٦، رقم حديث: ٤٩٨، **وَمِنْ فَضَائِلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ مِنْ حَدِيثِ أَبِي بَكْرِ بْنِ مَالِكٍ**

[32] ابن حزم ،أبو محمد علي بن أحمد بن سعيد الأندلسي القرطبي الظاهري (المتوفى:٤٥٦هـ)، الفصل في الملل والأهواء والنحل،،مكتبة الخانجي،القاهرة،ج٥،ص ١٣، من : **وَوجدنَا أم مُوسَى عَلَيْهِمَا الصَّلَاة وَالسَّلَام قد أوحى الله إِلَيْهَا بإلقاء--- أَو مَجْنُونا فِي غَايَة الْجُنُون**

[33] القرطبى، أبو عبد الله محمد بن أحمد بن أبي بكر بن فرح الأنصاري الخزرجي شمس الدين (المتوفى: ٦٧١هـ)، الجامع لأحكام القرآن = تفسير القرطبي،تحقيق: أحمد البردوني وإبراهيم أطفيش،دار الكتب المصرية،القاهرة، طبع دوم، ١٣٨٤هـ/ ١٩٦٤ء،ج٤،ص ٨٣

[34] ابن حجر، أحمد بن على، أبو الفضل العسقلانى الشافعى، فتح الباري شرح صحيح البخاري،دار المعرفة - بيروت،١٣٧٩هـ، ترقيم:محمد فؤاد عبد الباقي، تخريج و تصحيح: محب الدين الخطيب، تعليق:عبد العزيز بن عبد الله بن باز،ج٦،ص ٤٤٧